سانحہ قصور۔۔مریم بی بی ٹھیک کہتی ہیں۔۔روک سکو تو روک لو

تحریر: سہیل احمد لون

طبقاتی نظام کی بنیادوں پر کھڑی اس عمارت میں سانس لینے والے غریب کے بچوں کے ساتھ زیادتی اس وقت سے ہی شروع ہو جاتی ہے جب وہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ دو نمبر شہد کی گھٹی سے اس کا دنیا میں استقبال کیا جاتا ہے اس کے بعد بناوٹی دودھ کے ساتھ مضر صحت پانی اور آلودگی سے بھرپور ہوا کے ساتھ وہ پروان چڑھتا ہے۔ معاشی دہشت گردوں کے ہاتھوں لٹنے والے معاشرے میں اسے ہر موڑ پر کسی نہ کسی زیادتی کا کڑوا گھونٹ اپنا مقدر سمجھ کر نگلنا پڑتا ہے۔ بدقسمتی سے گزشتہ چند برسوں میں بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرکے انکو ہلاک کرکے لاش باہر پھینکنے کا مکروہ سلسلہ شروع ہو گیا جس کی تازہ مثال قصور شہر کی زینب ہے۔ زینب کی تدفین کے دوران ہی چنوٹ، سرگودھا اور فیصل آباد میں بھی ایسے ہی لرزہ خیز واقعات میڈیا میں آ گئے۔ بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی پاکستان ہی نہیں دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کا مسئلہ بھی ہے۔ مگر جس تواتر سے پاکستان میں یہ واقعات ہو رہے ہیں اگر ان کے اسباب و محرکات کی کھوج لگا کر ختم کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر فوری اور دیرپا انتظامات نہ کیے گئے تو دہشت گردی کی طرح وحشت گردی پر قابو پانا بھی ناممکن حد تک مشکل ہو جائے گا۔ حکمران اور قومیں کسی بڑے سانحے سے سبق سیکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کچھ ایسے اقدام کیے جائیں کہ آئندہ ایسی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔ کیونکہ اگر کوئی ادارہ یا شخص مسلسل ہونے والے عمل کو روکنے میں ناکام ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اہلیت نہیں، اگر اہلیت رکھنے کے باوجود ایسے واقعات رونما ہوتے جا رہے ہیں تو اس کی نیت پر سوالیہ نشان ضرور آتا ہے۔ برطانیہ کی تاریخ میں زینب کی طرز کا ایک واقعہ ہوا تھا جس نے بہت کچھ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ 21 مارچ 2002ء کو تیرہ برس کی Milly Dowler سکول سے واپسی پر والٹن آن تھیم کے ریلوے سٹیشن کے سامنے بس سٹاپ پر تقریباً چار بجے سہ پہر دیکھا گیا۔ سٹیشن کے Cafe سے کھانا کھاتے اس نے اپنے باپ سے موبائل فون پر بات کی اور بتایا کہ وہ آدھے گھنٹے تک گھر پہنچ جائے گی۔ یہ فون کال اس کی آخری کال ثابت ہوئی ،لیکن جب وہ شام سات بجے تک گھر نہ آئی تو اس کے والدین نے موبائل فون پر بھی رابطے کی کافی کوشش کی مگر ''لائن کٹ'' چکی تھی۔ پولیس کو گمشدگی کی اطلاع دی گئی، سو پولیس والے ہیلی کاپٹر، کتے، اور دیگر ساز و سامان لیکر لڑکی کو تلاش میں جت گئے۔ گلیوں، سڑکوں، ندی، نالوں کے علاوہ سی سی ٹی وی کیمروں کو بھی چیک کرنا شروع کر دیا گیا۔ بچی کی تصویر کے ساتھ ملک گیر اپیل بھی کی گئی۔ ماں باپ نے بچی کے لیے پیغامات بھی ریکارڈ کروا کر جاری کروائے کہ اگر بچی کسی وجہ سے ناراض ہو کر گھر سے چلی گئی ہے تو وہ واپس آ جائے۔ پولیس والوں نے گھر والوں سے تفتیش کا دائرہ شروع کرکے Milly کے جاننے والوں تک پھیلا دیا۔ برطانوی حکام کی طرف سے لڑکی کی اطلاع دینے والے کو ایک لاکھ پاؤنڈز کا انعام دینے کا اعلان بھی کیا گیا۔ یہ بات بھی گردش کرنے لگی کہ شاید لڑکی کو جنسی دھندا کرنے والے گروہ مشرقی یورپ لے گئے ہیں۔ 18 ستمبر 2002ء کو ہمپشائر کے علاقے Yateley کی ایک جھیل میں بچی کی لاش برہنہ اور بہت بری حالت میں ملی۔ برطانوی پولیس اور حساس ادارے اپنی تفتیش کرتے ہوئے مجرم کا کھوج لگانے میں کامیاب ہو گئے اور بالآخر 25 فروری 2008ء کو پولیس نے اس بات کو کنفرم کیا کہ Milly کا قاتل Levi Bellfield ہے جس نے اپنے جرم کا اعتراف بھی کیا۔ 30 مارچ 2010ء کو لیوی بیل فیلڈ کو اغواء، ریپ اور قتل کے چارجز لگائے گئے۔ 23 جون 2011ء کو اسے تاحیات پابند سلاسل رکھنے کا حکم جاری کیا گیا۔ بدقسمتی سے Milly اس کا تیسرا شکار تھی۔ Milly کا کیس اس قدر اہمیت اختیار کر گیا کہ برطانیہ کی پارلیمنٹ میں ڈیوڈ کیمرون کو بھی

اس کا ذکر کرنا پڑا۔ بریکنگ نیوز کے چکر میں نیوز آف دی ورلڈ نے کچھ پرائیویٹ detective کی خدمات حاصل کیں اور تفتیشی آفیسرز کے ساتھ مل کر Milly کے موبائل فون تک رسائی حاصل کی۔ اس فون ہیکنگ سکینڈل پر پہلے شدید عوامی ردعمل آیا اس کے بعد عوامی احتجاج ایک ملک گیر تحریک کی صورت اختیار کر گیا جس کے نتیجے میں نیوز آف دی ورلڈ اخبار عدالتی حکم سے بند کر دی گئی اور اسکے مالک Rupert Murdoch جو عالمی میڈیا میں ایک آئی کون کی حیثیت رکھتا ہے لائیو معافی مانگنا پڑی۔ اس کے بعد صحافتی اصول وقوانین میں ترامیم بھی کیں گئیں اور صحافت کی گورننگ باڈی بھی تبدیل کی گئی۔ Milly کے والدین نے بچی دفنانے کے بعد ایک چیریٹی ملی فنڈ کے نام پر بنائی جس کا مقصد بچوں اور جوانوں میں اپنی حفاظت کو کیسے یقینی بنانا تھا۔ اس کے ساتھ انہوں نے ایک اور تحریک شروع کی جس کا نام "Teach UR Mum 2 TXT" رکھا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ بچوں اور ماؤں کو اس بات پر راغب کیا جائے کہ وہ آپس میں موبائل ٹیکسٹ میسج سے رابطے میں رہیں۔ اس کام کے لیے انکے ساتھ سینکڑوں سماجی ورکرز بھی شامل ہو گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس Campaign کو "Best Use of Mobile for Accessibility" ایوارڈ بھی ملا۔ سکولوں میں بھی بچوں کو اس بات کی مزید تربیت دینا شروع کی گئی کہ اگر کوئی بندہ کسی بچے یا بچی کے ساتھ کچھ غیر اخلاقی حرکت کرنا چاہے تو بچوں کو کیسا ردعمل دینا ہے۔ ریاستی اداروں اور سکولوں کے علاوہ والدین کی بھی اولین ذمہ داری انکے بچے ہیں۔ بچوں کا اعتماد بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ والدین دوست بن کر بچوں کو اچھے برے کی تمیز سکھائیں۔

پاکستان میں 80ء کی دہائی میں بچوں کے اغواء کی ایک لہر چلی تھی۔ تھانہ باغبانپورہ کی حدود میں ایک پپو نامی بچہ اغواء ہوا جس کی لاش بیگم پورہ جی ٹی روڈ کے پاس ملی۔ Milly اور زینب کے کیس کی طرح پپو کا کیس بھی ملک گیر توجہ کا مرکز بن گیا تھا۔ فوجی عدالت سے پپو کے قاتلوں کو سر عام پھانسی کی سزا سنائی گئی ۔ قاتلوں کی لاشوں کو نشان عبرت بنانے کے لیے سارا دن لٹکایا گیا۔ اس کے بعد بچوں کے اغواء کی لہر ایک دم تھم گئی۔ پاکستان میں بچوں کے اغواء، جنسی زیادتی اور قتل کرنے کی لہر چل پڑی ہے۔ جس کے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ حکام ان وحشی درندوں تک پہنچیں اور عدالتیں انہیں عبرتناک سزا دیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میڈیا مارننگ شوز پر عوام کو گمراہ کرنے کی بجائے بچوں اور والدین کے حوالے سے کوئی تربیتی پروگرام نشر کرنا شروع کرے۔ سماجی تنظیمیں Milly کے والدین کی طرح کوئی ایسی تحریک چلائیں جس سے بچوں میں اعتماد اور شعور پیدا ہو کہ اگر کوئی ان سے برا کام کرنا چاہے تو کیسے ردعمل دینا ہے اور والدین کو بھی مطلع کرنا ہے۔ عوام کے جان و مال کا تحفظ حکومت اور ریاستی اداروں کا فرض ہوتا ہے مگر والدین کو بھی اس بات کا احساس کرنا پڑے گا کہ انکی سب سے قیمتی شے ان کی اولاد ہے۔ بعض اوقات چھوٹی سی غفلت ایک بہت بڑے سانحہ کا موجب بن سکتی ہے اور اسکے بعد کسک کی آگ میں بقیہ زندگی جھلسنا پڑتا ہے۔ آرمی پبلک سکول کے سانحہ کے بعد ایک مرتبہ پھر زینب کیس نے عوام کو جھنجھوڑا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا آئندہ بھی کلیاں پھول بننے سے پہلے مسل دیے جائیں گی؟ پنجاب کے شہر قصور میں گزشتہ چند ماہ میں ایک درجن کلیاں مسل دیں گئیں، بی بی مریم ٹھیک کہتی ہیں ......روک سکو تو روک لو......!!!!

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

11-01-2018